سلسلہ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۳۲۵

مشکلِ مصطفےٰ

از



محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ

مطبوعہ
سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت ۲۵ نئے پیسے

تعارف

محترمہ صالحہ عابد حسین صاحبہ کی قلمی کاوشیں برابر منظر عا
آتی رہتی ہیں، آپ ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ مذہبیات
بھی برابر توجہ فرماتی رہتی ہیں۔ سال گذشتہ ہم نے ممدوحہ کے دو
"وارث خلیل اللہ" اور "خاتون کربلا" شایع کئے تھے اور امسال یہ
شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبرؑ کے حالات میں پیش کر رہے ہیں۔

یقین ہے کہ افراد ملت اس رسالہ کو بھی کثیر تعداد
عاشورہ برادران وطن میں مفت تقسیم فرما کر عند اللہ و عند الر
ماجور ہوں گے۔

خادم ملت
سید ابن حسین نقوی عفی
آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

محرم سنہ ۱۳۸۰ھ

ہمشکل مصطفیٰ



ساری دنیا کے لوگ نوروز کا خیر مقدم خوشی اور جشن کی تقریبوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ قریب قریب دنیا کی سب ہی قوموں میں یہ رواج ہے کہ سال نو کو عید کی طرح منائیں۔ لیکن مسلمانوں کا نیا سال رنج و غم کا پیام لیکر آتا ہے۔ ایک درد و مصیبت کی انمٹ داستان کی یاد تازہ کرتا ہوا ——— محرم کا چاند نظر آتے ہی ہمارے دل درد و غم سے بھر جاتے ہیں۔ آنکھیں اشک آلود ہو جاتی ہیں اور اپنے اپنے انداز، طریقے اور عقیدے کے مطابق ہر مسلمان محرم کا سواگت رنج و غم کے رسوم سے کرتا ہے۔

کتنی عجیب بات ہے دنیا میں لوگ خوشیوں کو عزیز رکھتے ہیں۔ انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے صدمے کو بھلانا چاہتا ہے اور خوش ہونے کے بہانے ڈھونڈھتا ہے۔ اس کا کیسا ہی قریبی اور پیارا عزیز مر جائے چند سال میں اس کی یاد دھندلی پڑنی شروع ہو جاتی

ہے۔ دل کے کسی گوشے میں درد کی ٹیس موجود رہے مگر غم میں وہ شدت
موجود نہیں رہتی اور وہ کم سے کم اسے ظاہر کرتے ہچکچاتا ہے۔ خوشی میں سب
ہمارے ساتھ خوش ہوتے ہیں۔ غم و مصیبت میں بس تھوڑی دیر تک
ساتھ دیتے ہیں۔ ہنستے کے ساتھ سب ہنستے ہیں۔ روتے کے ساتھ کوئی
روتا نہیں رہتا۔ اس لئے ہم اپنے غموں کو چھپاتے ہیں اور خوشیوں کو ظاہر
کرتے ہیں۔

مگر ہر سال —— محرم کا مہینہ جس واقعہ کی یاد دلاتا ہوا آتا ہے
اس کے غم میں عجیب لذت پوشیدہ ہے کہ وہ تیرہ صدیوں میں بھی
بھلایا نہ جا سکا۔ اس کا نقش اکم دھندلا نہ پڑا۔ انسان آج تک ان غمناک
کہانیوں کو دہراتے نہیں اکتایا۔ وہ ہمیشہ اس عظیم واقعہ کی جزئیات کو سنتا رہا
ہے مگر اس کا دل ان سے نہیں بھرتا —— وہ سال بھر منتظر رہتا ہے اس موسم غم کا
اسے عید سے زیادہ انتظار ہوتا ہے محرم کا۔ کتنا دلکش، کتنا عزیز کیسا پیارا ہے
یہ غم جس پر ہم اپنی خوشیوں کو نچھاور کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے غموں کو اس غم
میں ڈبو دیتے ہیں۔ انیس نے کتنی سچی بات کہی ہے ؎

کس غم میں یہ لذت ہے جو اس غم میں ہے
سینے کو سرور، شہ کے ماتم میں ہے
ہر چشم یہ کہتی ہے دکھا کر در اشک
رونے کا مزہ ماہِ محرم میں ہے

یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ لاکھوں آدمی اس ماہ محرم کے ہیرو کی یاد میں عقیدت کے کروڑوں آنسوؤں کا خراج پیش کرتے ہیں پھر بھی وہ سمجھتے ہیں کہ جو حق تھا وہ ادا نہیں ہو سکا۔

یہی نہیں بلکہ حسینؑ کا غم ہمیں اپنے غم و مصیبت کو سہارنے کے قابل بھی بناتا ہے۔ اس لیے کہ اس عظیم انسان کے کردار میں اور اس بے مثال واقعہ میں ہمیں یہ مثالیں ملتی ہیں کہ ہر تکلیف، ہر مصیبت، ہر غم میں کس طرح صبر کیا جاتا ہے اور کیسے سچا مومن رہ رضا کی ہر مصیبت غرض صبر ہی نہیں شکر و مسرت کے ساتھ جھیل جاتا ہے۔

ہم پر افلاس، غربت اور بے بسی کا وقت آئے تو واقعہ کربلا سے ہمیں ڈھارس ملتی ہے کہ ہمارے آقا و مولا اور ان کے اہل حرم پر تو ہم سے کہیں بڑھ کر مصیبت پڑ چکی ہے۔ ہمارے ماں باپ مر جائیں تو ان کی سرپرستی اور محبت سے محرومی کے غم میں روتے روتے ایک دم ہمیں یاد آتا ہے کہ موت سے کسی کو رستگاری نہیں۔ جب ہمارے امام حسنؑ اور حسینؑ کے عالی صفات ماں باپ اور نانا نے وفات پائی تو ہم عاجز گنہگار بندے کس گنتی میں ہیں۔ ہمارا دل پکار اٹھتا ہے کہ:۔

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسلؐ نہ رہے کون رہے گا

کوئی اپنے بھائی یا بہن کا داغ مفارقت اٹھائے تو اسے یاد آتی ہے

حسینؑ اور عباسؑ کی بہن زینبؑ و کلثومؑ کی جب ان کے پیارے بھائی ان سے بچھڑے تھے اور انھوں نے بے مثال صبر و برداشت سے کام لیکر ان روح فرسا صدموں کو سہارا تھا۔ ہم اپنے بہن بھائی ... کو بہلانے کی کوشش کرتے اور زینبؑ کے بھائیوں کو رونے لگتے ہیں۔ مجبوری کے قیامت خیز وقت میں۔ بھی عورتوں کو، اپنی بربادی و تباہی پر روتے روتے، یاد آتی ہے، کربلا کے شہیدوں کی بیواؤں کی۔ اور وہ اپنی محترم خوزادیوں کے صبر، ان کے ایثار اور رضائے الٰہی پر شاکر رہنے کو یاد کرتی ہیں اور ان کے دل سے شکوے کے تاثرات مٹ جاتے ہیں اور وہ امام زادیوں کے رنڈاپے پر رو رو کر خود کو تسلی دیتی ہیں۔

دنیا کے سب سے جان گداز ـــ سب سے روح فرسا غم ـــ غم اولاد ہیں ـــ جب انسان کو ساری دنیا تیرہ و تار نظر آتی ہے۔ دل سچ مچ ہی زندگی سے سیر ہو جاتا ہے ـــ اس وقت بھی ہمیں یاد آجاتی ہے مثال حسینؑ ابن علیؑ۔ زینبؑ بنت فاطمہؑ۔ اُم لیلیٰؑ اور ربابؑ کی کہ غم اولادیں کیسے صبر کیا جاتا ہے اور رضائے الٰہی پر کیوں کر شاکر رہ سکتے ہیں ـــ یہاں تک کہ راہ حق میں خود اپنے ہاتھوں اپنے بچوں کو موت کی نذر بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہم ڈبو دیتے ہیں اپنے اس سب سے بڑے غم کو بھی حسینؑ کے بے پایاں غم کے اندر ـــ اپنے بچے کو روتے روتے قاسمؑ و عبداللہ عونؑ و محمدؑ اکبرؑ و اصغرؑ پر گریہ و زاری شروع کر دیتے ہیں۔

مگر ایسا کیوں؟ آدمی کو اپنا غم زیادہ محسوس ہوتا ہے، دوسرے کا صدمہ کتنا ہی بڑا اور سخت ہو، وہ ہمارے دل کے تاروں کو اس طرح نہیں چھیڑتا جس طرح اپنا غم! پھر کیوں حسینؑ کے مصائب، حسینؑ کے صدمات ہمیشہ ہمیں شدّت سے محسوس ہوتے ہیں؟ اس غم میں سدا ایسی تازگی کیوں باقی رہتی ہے؟ شاید اس لیے کہ ان عظیم کرداروں میں ہمیں انسان کی عظمت کا جلوہ، مسلمان کی شان، مومن کی آن نظر آتی ہے۔ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ انسان کس بلندی، کس رفعت تک پہونچ سکتا ہے اور اس سے ہمیں درس ملتا ہے کہ انسانیت کو کیسے بچایا جاسکتا ہے؟ حق کا پالن کیونکر کیا جاتا ہے۔ ایمان کی سلامتی کے لیے کیسے جان کی بازی لگائی جاتی ہے۔ اور خدا کی راہ میں ہر مصیبت، ہر تکلیف، ہر غم، ہر جدائی ___ غرض زندگی کی ہر کٹھن منزل کے مرحلے کس خندہ پیشانی اور بہادری سے جھیلے جاسکتے ہیں۔

امام حسینؑ علیہ السلام نے ۶۱ھ میں کربلا کے بلاخیز میدان میں جو دکھ اور غم جھیلے ان میں سے یوں تو ہر ایک انسان کی برداشت اور صبر کا کٹھن ترین امتحان تھا لیکن سب سے سخت، جان گداز وقت وہ تھا جب ان کے لختِ جگر راہِ الٰہی میں اپنی جانیں نچھاور کر رہے تھے وہ دونوں جو آسمانِ شہادت کے چاند اور سورج ہیں اور جنھیں ہم اصغرؑ و اکبرؑ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

علی اصغرؑ حسینؑ کا سب سے چھوٹا بچہ چھ مہینے کی جان، ننھی سی عمر

میں بھوک اور پیاس کے ناقابل سہار دکھ جھیل کر جب باپ کے ہاتھوں میدان جنگ میں پیاس بجھانے آیا تو دشمن کی شقی القلبی کے بد ترین مظاہرے کی بھینٹ چڑھ گیا ــــ ایک سہ پہلو تیر اس معصومؑ کے گلے کو تاک کر مارا گیا ــــ اور جب باپ نے اس ننھے شہید کی لاش اس کی صابر و شاکر ماں کے ہاتھوں پر لاکر رکھ دی تو تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس سخت وقت میں اس بہادر بیوی کے منہ سے کبھی نکلا تو اتنا ہی نکلا ــــ "آہ معصوم علی اصغرؑ کیا تجھ ایسی ننھی جان کو بھی اس طرح ذبح کیا جاتا ہے جیسے اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے" اور یہ ایک جملہ ــــ کیا بھاری نہیں ہے بڑے سے بڑے مرثیہ اور درد ناک سے درد ناک نوحہ و ماتم پر ــــ علی اصغرؑ شہید ہو گئے مگر اپنی اور اپنی ماں کی یاد اور محبت ہر انسان کے دل میں نقش کر گئے ــــ وہ نقش جو کبھی مٹایا نہیں جا سکتا ــــ دھندلا نہیں پڑ سکتا۔

اور امام حسینؑ نے اس صدمہ عظیم کو جس شان سے جھیلا وہ تاریخ میں یادگار واقعہ بن گیا ہے۔ غم و استقلال کے پہاڑ حسینؑ ہی کا دل تھا کہ غم اولادؔ میں بھی انھوں نے سوائے صبر اور شکر کے دوسرا کلمہ زبان سے نہیں نکالا ــــ علی اصغرؑ سے پہلے وہ اس سے بھی زیادہ سخت صدمے جھیل چکے تھے ــــ بلکہ یوں کہیں کہ خود اپنے ہاتھوں اسے راہ خدا میں قربان کیا تھا ــــ یعنی اپنے گبرو جوان بیٹے علی اکبرؑ کو۔

علی اکبرؑ ان کے محترم ناناؐ سے صورت میں اتنے ملتے جلتے تھے کہ اُن کا لقب ہی شبیہِ پیغمبرؐ پڑ گیا تھا۔ جوان ہوئے تو رفتار و گفتار و صورت میں بالکل احمدؐ ثانی معلوم ہونے لگے۔ مستند روایات بتاتی ہیں کہ ان کے صفات اخلاق اور کردار میں بھی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ اس نوجوان کا پورے عرب میں دُور دُور شہرہ ہو چکا تھا۔ اور وہ اپنے اعلیٰ اخلاق۔ فیاضی۔ جراُت و بہادری میں عرب بھر میں مشہور تھے۔ مدینے کے لوگ تو اُن پر جان ہی دیتے تھے اپنے محبوب پیغمبرؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اکثر شبیہِ رسولؐ علی اکبرؑ بن حسینؑ ابن علیؑ کی زیارت کر لیا کرتے تھے۔

سوچیے بیٹا اور ایسا بیٹا ـــــ کتنا چاہتے ہوں گے حسینؑ ان کو؟ قاعدہ ہے کہ خاندان میں جو بچہ کسی مرحوم عزیز سے ملتا جلتا پیدا ہوتا ہے اس کو ہم اور بچوں سے زیادہ چاہنے لگتے ہیں پھر کیا تعجب ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام حسینؑ اور حضرت زینبؑ دونوں کو یہ بچہ خاندان بھر کے ہر بچے سے زیادہ عزیز تھا اور اس پر دل و جان نچھاور کرتے تھے۔ باپ اور پھوپھی جب اپنے اس پیارے بچے میں انسانوں کے ہادی و رہنما محبوبِ خدا اپنے پیارے نانا محمد مصطفےٰؐ کی شباہت دیکھتے تو کتنے خوش ہوتے ہوں گے۔ کتنا فخر و ناز ہوگا اس پر کس اہتمام اور پیار سے پرورش کی ہوگی اس بچے کی کہ اس تھوڑی سی عمر میں ان کے اخلاق کی بلندی اور سیرت کی خوبیوں کا پورے عرب میں شہرہ ہو چکا تھا۔ اپنے غیر، دوست، دشمن سب ہی خاندانِ نبوت

کے ہونہار نوجوانوں کی صفات عالیہ کو سراہتے تھے. شاعر ان کی شان میں
قصیدے لکھتے. امیر معاویہ کے دربار تک میں علی اکبرؑ کی مدح وثنا کا چرچا ہو
آتا ہے. شاید اس کی یہ وجہ بھی ہو کہ علی اکبرؑ کی والدہ گرامی لیلےٰ بنت مرہ
امیر معاویہ کی بھانجی تھیں. لیکن اس بلند سیرت بیوی میں اس خاندان کی خو
کا شائبہ بھی نہ تھا بلکہ خاندان نبوت کی صفات کی جھلک ان کے کردار
میں نظر آتی تھی۔ انھوں نے کبھی اپنی اس رشتہ داری کی ذرہ برابر پروا نہیں
کی. بلکہ حسینؑ کی محبت اور اطاعت کو دین و دنیا کی سعادت سمجھا.

علی اکبرؑ ماں پھوپھی اور باپ ہی کے نہیں خاندان بھر میں بے حد محبوب
تھے. بہنیں جان فدا کرتیں. بڑے بھائی یعنی چھوٹے امام سید الساجدینؑ
علی ابن حسینؑ بے حد محبت فرماتے اگرچہ روایات میں اختلاف پایا جاتا
ہے کہ علی اکبرؑ امام حسینؑ کے بڑے بیٹے ہیں یا زین العابدینؑ ــــ آپ کی
عمر کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں کوئی لکھتا ہے کہ شہادت کے
وقت اٹھارہ سال کے تھے کوئی کہتا ہے ۲۰ سال کے تھے. لیکن زیادہ
شہرت یافتہ روایت یہی ہے کہ علی اکبرؑ حسینؑ کے منجھلے بیٹے ہیں جن کی عمر
لگ بھگ اٹھارہ سال ہوئی۔ اگرچہ حضرت علی اکبرؑ کی صفات کی
پہلے ہی سے شہرت تھی لیکن حقیقت میں ان کا بھرپور کردار کربلا کے میدان
میں سامنے آیا جس سے ان کی حق پرستی، شجاعت، بلند سیرتی، جانبازی
کے پورے جوہر کھلے اور جس کی بدولت ان کا نام امر بن گیا. علی اکبرؑ کے

واقعہ شہادت کو ہزار دل انداز اور رنگ میں بیان کیا جاتا رہا ہے۔
ہر زبان کے شاعروں نے اس پر طبع آزمائی کی ہے۔ خود اردو کے سب مرثیہ گو
شعراء نے سینکڑوں اشعار ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت کے طور پر
پیش کیے ہیں خصوصاً میر انیسؔ کے مرثیے جو ان پر لکھے گئے خود ان کے کلام
میں بھی ان کا جواب نہیں۔ اسی طرح ادیبوں اور نثر نویسوں نے بھی بڑے
مؤثر اور دلکش انداز میں ان کے واقعات شہادت کو بیان کیا ہے۔ میں
بھی اس وقت اس سعادت میں شریک ہو کر تاریخ کی روشنی میں شبیہہ پیغمبرؐ
علی اکبرؑ ابن حسینؑ کی شہادت کے واقعہ کو بیان کروں گی۔

امام حسینؑ نے جو یادگار فیصلہ حق و باطل کیا تھا اس میں ان کے
سب بہادر اور نامور بیٹے دل و جان سے ان کے ساتھ تھے اور ہم دیکھتے
ہیں کہ علی اکبرؑ بھی شروع سے آخر تک ہر موقع، ہر مقام پر نہایت جوش
کے ساتھ ان کا ساتھ دیتے رہے۔ ہر حال میں ان کا حکم مانتے، ان کے
مطیع و فرماں بردار نظر آتے ہیں۔

سب سے پہلے علی اکبرؑ کو جرأت و ہمّت کے مظاہرہ کا موقع ملتا
ہے اس وقت جب حاکم مدینہ حسینؑ کو بیعت یزید کے لیے طلب کرتا ہے۔
علی اکبرؑ کو یہ بات ناگوار گذرنا چاہیئے تھی کہ حاکم کو اگر کچھ کہنا ہے تو خود
کیوں امامؑ کے پاس نہیں آیا۔ مگر حسینؑ علیہ السلام نے اس گستاخی کو کوئی اہمیت
نہیں دی اور بیٹے کو بھی سمجھا دیا ہوگا۔ اور بھائی، بیٹے اور دوسرے چند

عزیزوں کے ساتھ حاکم مدینہ کے ہاں پہونچے۔ علی اکبرؑ آپ کے ساتھ اندر جانا چاہتے ہوں گے لیکن حسینؑ سب کو سمجھا دیتے ہیں کہ مجھے تنہا جانے دو البتہ اگر میری آواز بلند ہو جائے تو تم لوگ اندر آجانا اور ان کی آواز بلند ہوتے ہی یہ بہادر اندر داخل ہو جاتے ہیں جن میں ابوالفضل العباسؑ کا نام تو تاریخ میں درج ہے مگر یقین ہے کہ ان کے ساتھ ہی ساتھ علی اکبرؑ بھی داخل ہوئے ہاتھ تلوار کے قبضے پر پہونچ جاتے ہیں۔ حسینؑ اور بیعت فاسق! بھائی اور بیٹے دونوں کے لیے یہ خیال بھی سخت ناگوار اور باعث توہین معلوم ہوتا ہے لیکن حسینؑ اشارے سے ان بہادروں کو روک دیتے ہیں اور یہ اطاعت گذار سپاہی، سعادت مند بھائی اور بیٹا اپنے سردار کے حکم پر سر جھکا دیتے ہیں۔

اب حسینی قافلہ روانہ ہوتا ہے۔ مدینے سے مکے ـــــ مکے سے پھر کوفہ کی سمت اس بلا خیز، وحشت ناک سفر پر اور اس کٹھن سفر کی ساری اہم ذمہ داریاں حسینؑ کے بہادر بھائی اور شجاع بیٹے کے سپرد ہیں۔ قافلے میں بوڑھی اور جوان عورتیں ہیں۔ ننھے بچے بچیاں ہیں ـــــ کچھ جاں نثار رفقائے اور بہادر جوان اور بوڑھے حق پرست مجاہد ہیں۔ کچھ کنیزیں اور غلام بھی ہیں۔ اونٹوں اور گھوڑوں پر یہ مشکل سفر کیا جا رہا ہے ـــــ دونوں بہادر ہر دم ہر ایک کی فکر رکھتے ہیں ـــــ خاص طور پر امام حسینؑ کی حفاظت کی اور اکبرؑ اس سفر میں ہر وقت باپ کے پہلو بہ پہلو

نظر آتے ہیں۔

سفر روز بروز سخت ہوتا جاتا ہے ـــــ شدائد بڑھ رہے ہیں کوفہ میں کی دغا، مسلمؑ کی شہادت، ان کے معصوم بچوں کے قتل کی خبریں پہونچیں، حرؑ کے دستہ نے راستہ روک لیا۔ کوفے جانے کے راستے بند ہو گئے ـــــ اور ایک انجانی منزل کی طرف حسینی لشکر کا رُخ ہو چکا ـــــ میدان کربلا ـــــ نزدیک آتا جا رہا ہے کہ ایک رات ایک مقام بنی قاتل میں قیام کر کے علی الصباح روانگی ہوتی ہے۔ راستہ تھوڑا سا طے ہوا تھا ـــــ امام حسینؑ اور ان کے برابر علی اکبرؑ چلے جا رہے ہیں۔ شب بیداری اور تکان سے ذرا کی ذرا امام حسینؑ کی آنکھ جھپک جاتی ہے ـــــ چونک اٹھتے ہیں اور زبان مبارک پر انا للہ وانا الیہ راجعون و الحمد للہ رب العالمین" آپ کی زبان مبارک پر جاری ہو جاتا ہے ـــــ علی اکبرؑ نے جب یہ کلمات کئی بار ان کی زبان سے سُنے تو اور قریب آ گئے، اور عرض کی بابا" انا للہ و انا الیہ راجعون و الحمد للہ رب العالمین آپ کی زبان پر جاری ہے کیا اس کا کوئی خاص سبب ہے؟" امام حسینؑ نے فرمایا" ابھی میری آنکھ لگ گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سوار کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ راستہ طے کر رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری موت کی خبر ہے جو دی گئی ہے ـــــ"

موت کی خبر، اور وہ بھی ایک کڑیل جوان کے لیئے، کیسی روح فرسا ہوتی ہے ـــــ لیکن حسینؑ کا جانباز مجاہد بیٹا امامؑ وقت کے منہ سے پیام موت

بس سن کر کسی پریشانی یا گھبراہٹ یا رنج کا اظہار کرنے کی جگہ بے ساختہ پو
ہے "بابا خدا آپ کو رنج کی صورت نہ دکھائے مگر کیا ہم حق پر نہیں ہیں"
"حسینؑ نے فرمایا" کیوں نہیں بیٹا قسم اس خدا کی جس کی جانب
خلق کی بازگشت ہے یقیناً ہم حق پر ہیں"

اور یہ سنتے ہی حق پر جان دینے والے باپ کے حق پرست بیٹے کے
سے بیساختہ نکلتا ہے "جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ ہے بابا
باپ کا چہرہ نوجوان بیٹے کے منہ سے معرفت الٰہی کے یہ کلمات سن کر فرط
سے چمکنے لگا اور زبان مبارک سے نکلا "بیٹا خدا تمھیں جزائے خیر دے بہترین جز
جو کسی بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے دی جا سکتی ہے"

اور یہ چھوٹا سا واقعہ علی اکبرؑ کے کردار کی ساری خصوصیات واضح کر
ہے عزت نفس کا احساس، اطمینان قلب کی کیفیت، ضمیر کا ثبات اور حق
صداقت کے لیئے جان کی بازی لگا دینے کا عزم اور شوق۔

اور آخر حسینؑ کربلا کے میدان میں پہونچ جاتے ہیں۔ اور یکے بعد دیگر
وہ سارے واقعات پیش آتے ہیں جن کی تفصیلات ہم سنتے رہتے ہیں۔
ان کے خیمے دریا کے کنارے نصب ہونے نہیں دیئے جاتے — مگر
حسینؑ اپنے ساتھیوں کو لڑنے سے منع کرتے ہیں — یزیدی لشکر کی تعد
بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ہزاروں سے دس ہزار۔ بیس ہزار اور بعض روایتوں
میں ہے کہ چالیس ہزار سے آگے پہونچ جاتی ہے — حسینؑ اور ان کے

ننھے ننھے بچوں پر نہر فرات کا پانی بند کر دیا جاتا ہے اور سامان رسد آنے کی
ناکہ بندی ہو جاتی ہے ــــ اور اس دوران میں حسینؑ اور ان کے کتنے ہی ساتھی
جن میں کسی نے رسول اللہ کی آنکھیں دیکھی تھیں اور کچھ نے علیؑ کے ساتھ جہاد کیا
تھا اور کچھ حسینؑ کے دوست اور جاں نثار تھے ــــ بار بار کوشش کرتے
ہیں کہ ان گمراہوں کو جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں ــــ مگر اسلام کی الف. ب
سے بھی ناواقف ہیں. سیدھا راستہ دکھائیں اور اس گناہ عظیم سے باز رکھیں جس
کے لیئے وہ آمادہ ہیں مگر ہر کوشش ناکام ہوتی رہتی ہے ــــ لالچ، حرص، جہالت
اور رسولؐ اور آل رسولؐ کی دشمنی نے ان کے قلب سیاہ، آنکھیں اندھی اور
کان بہرے بنا دیے ہیں. غرض صلح کی ہر پیش کش ٹھکرا دی جاتی ہے ــــ یا
(معاذ اللہ) یزید کی بیعت یا حسینؑ کا سر ــــ وہ سرمایہ کہ جس پر قربان ہونے
کے لیئے بہتر مجاہد اپنے سر ہتھیلیوں پر رکھے ہوئے ہیں ــــ اور دشمن کی
فوج جس سر مقدس کے درپے ہے ــــ چالیس ہزار آدمیوں کی فوج ــــ
لاکھوں تیروں، نیزوں، تلواروں، خنجروں اور گرزوں سے آراستہ فوج ــــ
اور آخر کار عاشورہ کی یادگار شب آجاتی ہے ــــ وہ شب جس کی صبح
فرزند رسولؐ، شبیہہ رسولؐ، ذریت رسولؐ اور محبان رسولؐ کی شہادت کا واقعہ
ظہور میں آتا ہے ــــ اور یہ رات اہلبیت رسولؐ نے اور ان کے جان نثاروں نے
جس طمانیت، یقین محکم اور ثبات قدم کے ساتھ گزاری اور معبود حقیقی کے سامنے
اپنی محبت اور عبودیت کا جس جس انداز سے اظہار کیا وہ تاریخ میں ہمیشہ کیلیئے

یادگار رہ گیا ہے ــــ انھوں نے ثابت کردیا کہ حق پر جان دینے والوں کے دل میں اپنی جان کی ذرہ بھر پروا نہیں ہوتی اور راہ خدا میں قربان ہو جا[نا] ان کے لیے سب سے بڑی مسرّت ہوتی ہے ــــ

آخر سپیدہ صبح نمودار ہونے لگتا ہے ــــ حسینؑ یہ آخری رات بھی اپنے محبوب حقیقی کی مدح و ثنا میں گزارنے کے بعد نماز فجر کے لیے تیار ہو رہے ہیں ــــ پانی کہاں کہ وضو کرتے ــــ جھلستی ریت پر نمازی تیمم کرتے ہیں اور رسولؐ کا نواسہ ہم صورت رسولؐ کو آواز دیتا ہے ــــ " بیٹا آج فجر کی اذان تم دو ــــ " آہ ــ آخری بار لحن محمدؐی سے اذان سننے کو دل بےچین ہوا ہوگا ــــ یہ بھی سوچا ہوگا ــــ کہ ممکن ہے رسولؐ کی آواز میں اذان کی آواز سنکر گم راہ امت راہ راست پر آجائے ــــ

علی اکبرؑ کی پرسوز و پر وقار آواز کربلا کے صحرا میں دور دور تک گونج اٹھی ہے ــ " اللہ اکبر ــــ اللہ اکبر ــــ اللہ بڑا ہے ــــ اللہ بڑا ہے ــــ اللہ بڑا ہے ــــ اور ان بھوکے پیاسے حق پرستوں سے زیادہ کون دنیا میں اللہ کی بزرگی اور بڑائی کے اعلان کا حق رکھتا ہے ــــ وہ مجاہدین جن کے ہر ہر بن مو سے صرف یہی ایک صدا بلند ہوئی اور جن کے مقدس خون کے ہر ہر قطرے نے اس بلند و پاک نام کی بڑائی کا نقش دنیا کی تاریخ پر ثبت کردیا۔

اس مقدس وقت کا ایک موثر نقشہ میر انیسؔ نے یوں کھینچا ہے ؎

چپ تھے طیور، جھومتے تھے وجد میں شجر
تسبیح خواں تھے، برگ و گل، و غنچہ و ثمر

محو ثنا کلوخ، و نباتات دشت و در
پانی سے منہ نکالے تھے دریا کے جانور

اعجاز تھا کہ دلبر شبیرؑ کی صدا
ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

ناموس شاہ روتے تھے خیمے میں زار زار
چپکی کھڑی تھیں صحن میں بانوئے نامدار

زینبؑ بلائیں لے کے یہ کہتی تھی بار بار
صدقے نمازیوں کے موذن کے میں نثار

کرتے ہیں یوں ثنا صفت ذوالجلال کی
لوگوں اذان سنو مرے یوسف جمال کی

یہ حسن صوت اور یہ قرات یہ شد و مد
حقا کہ افصح الفصحا ہے انھیں کا جد

گویا ہے لحن حضرت داؤد با خرد
یارب رکھ اس صدا کو زمانے میں تا ابد

شعبے صدا میں، پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبل چہک رہا ہے ریاض رسولؐ میں

حسینؑ کی آخری حجت بھی خداوصفت سیاہ قلبوں پر بے اثر ثابت ہوتی ہے جنگ کا آغاز ہوتا ہے — مقابلہ ہے صبر و برداشت اور ظلم و ستم کی قوتوں کا تسلیم و رضا اور شقاوت و جہالت کا بہتر حق پرستوں اور چالیس ہزار باطل پرستوں کا سچائی اور جھوٹ کی قوتوں کا — حق و باطل کی ایک فیصلہ کن جنگ۔

حسینؑ کے جاں باز دوست اور احباب ان کو مجبور کرتے ہیں کہ پہلے وہ راہِ خدا میں جان دیں گے اور ایک ایک کر کے وہ سب کے سب اسلام کی حمایت

حق کی نصرت اور حسینؑ کی محبت میں شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتے ہیں

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن — نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اور اب حسینؑ اپنے نوجوان اور نوعمر عزیزوں میں اس طرح کھڑے ہیں جیسے ستاروں میں ماہتاب۔ بھائی ہیں۔ بھتیجے ہیں۔ بھانجے ہیں۔ بیٹے ہیں۔ سب کے سب بیقرار کہ جلد سے جلد حسینؑ کی نصرت میں جان واریں — پہلے یہ سعادت ہمارے ہی حصے میں آئے — حسینؑ ایک ایک کی طرف دیکھتے ہیں۔ کس کو پہلے راہ الٰہی میں قربان کرنا چاہیئے؟ نظر ایک ایک چہرہ کا جائزہ لے رہی ہے جس میں سے ہر ایک عزیز ہے۔ پیارا ہے۔ محبوب ہے اور آخر سب چہروں سے ہٹتی ہوئی سب سے روشن، سب سے حسین، سب سے محبوب چہرے پر ٹھہر جاتی ہے — ہاں ان سب لخت جگر نونہالوں میں سے راہ حق کی پہلی قربانی کے لئے انتخاب اسی کا ہونا چاہیئے جوان کے خزانے کا سب سے بے بہا جواہر ہے — وہ جو روح کی طاقت، دل کی ٹھنڈک — آنکھوں کا نور — نانا کی تصویر ہے —

حق کی راہ میں سارے خاندان میں سب سے پہلی قربانی بھی ان ہی کے لخت جگر کی ہو — اور سب سے آخری بھی ان ہی کے پارہ جگر کی ہو[1]

کس باپ کا جگر ہوگا حسینؑ کا سا معمولی انسانوں کا کیا ذکر۔ خاصان خدا

---

[1] عام روایات میں علی اکبرؑ کی شہادت اگرچہ صرف علی اصغرؑ اور امام حسینؑ سے پہلے بیان کی جاتی ہے لیکن تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ اعزا میں سب سے پہلی شہادت علی اکبرؑ ہی کی ہے۔

انبیاءؑ و رسل بھی حسینؑ کے صبر کا مقابلہ نہ کر سکے۔ لیکن خلیل کربلا کا صبر، یعقوبؑ سے بھی بڑھ کر تھا کہ یوسفؑ کربلا کو کس طمانیت کے ساتھ راہ حق پر اپنی جان نچھاور کرنے کے لیئے بھیج دیتے ہیں۔

نظر چہرے پر جمی ہے اور زبان سے نکلتا ہے "تقدم یا بنیّ" اے بیٹے آگے بڑھ ـــــ سالار لشکر علیؑ اکبر اولیت اور فضیلت کا یہ خلعت پاکر خوشی و فخر سے باغ باغ ہو جاتے ہیں ـــــ فوراً ہی میدان جنگ کی طرف بڑھتے ہیں کہ حسینؑ دم بھر کو روک لیتے ہیں۔ کیوں روکا۔ ایسے وقت؟ شاید اس لیئے روکا ہو کہ ماں اور پھوپھی کو آخری دیدار دکھا آئیں۔ بہنوں سے رخصت ہو لیں ـــــ اور دم بھر وہ خود بھی اس محبوب صورت کو اور دیکھ لیں ـــــ بعض کتب مقاتل کی روایت ہے کہ پھر آپ نے حضرت زینبؑ سے تبرکات کا صندوق منگا کر ان کے دولھا کو سجایا۔ اپنا عمامہ علی اکبرؑ کے سر پر رکھ دیتے ہیں اور خود رسولؐ اللہ کا عمامہ زیب سر کرتے ہیں۔ اپنی قبا ان کے زیب تن کی، خود آنحضرتؐ کی قبا پہنی، اپنی تلوار بیٹے کی کمر میں لگا دی خود ذوالفقار باندھی۔ اپنی زرہ ان کو پہنائی اور خود رسولؐ کی زرہ پہن لی ـــــ اکبرؑ حسینؑ کا بیٹا، حسینؑ کا نمائندہ میدان میں جا رہا ہے اور حسینؑ رسولؐ کے لخت جگر، ان کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ سجا بنا کر دل بے قابو ہو گیا ہے ـــــ بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیا مگر عالم بے قراری میں بھی صابر و شاکر کے منہ سے نکلا تو بس اتنا نکلا "خداوندا گواہ رہیو ان ظالموں کے ظلم پر ـــــ اب جا رہا ہے ان کی طرف وہ جوان جو صورت و سیرت اور گفتار میں تیرے رسولؐ کے ساتھ

سب سے زیادہ مشابہ ہے ـــــ جب ہم تیرے پیمبر ص کی زیارت کے مشتاق ہوا
تھے تو اس کا چہرہ دیکھ لیتے تھے ـــــ"

حسین ع اپنے خالق کو گواہ بنا رہے ہیں منصف حقیقی سے حال دل بیان
کر رہے ہیں، ادھر اکبر ع اہل حرم سے رخصت ہونا چاہتے ہیں مگر نہیں ہو سکتے
عاشق زار پالنے والی پھوپھی واری نثار جا رہی ہو گی ـــ چاہنے والی ماں کلیجے
سے لپٹائے ہو گی۔ جان دینے والی بہنیں دامن پکڑے ہونگی ـــ راوی کہتا ہے
کہ بار بار خیمے کا پردہ اٹھتا تھا اور بار بار گر جاتا تھا ـــ مگر راہ حق کے مجاہد
کو کون روک سکتا ہے؟ آخر خاندان بھر کا چہیتا ان کو بے قرار چھوڑ کر باپ کے
سینے سے لپٹ جاتا ہے اور حسین ع اسے خاص اپنے گھوڑے ذوالجناح پر اپنے
ہاتھ سے سوار کرتے ہیں ـــــ

شبیہ رسول ص کا جلوہ دیکھ کر فوج دشمن میں ہلچل پڑ گئی ہو گی۔ ثانی احمد ص
سے جنگ کرنے کی بزدلوں کی ہمت نہ پڑتی ہو گی۔ رہی سہی ہمت بہادر کی رجز
توڑ دیتی ہے جو شان جلالت اور شجاعت کے ساتھ تلوار علم کئے کہتا جا رہا ہے
ـــ" میں ہوں علی ع ـــ حسین ع کا بیٹا اور علی ع کا پوتا ـــ میرے باپ کے نانا
رسول اللہ ہیں ـــ خدا کی قسم ہم وصی رسول ص کے سب سے زیادہ قریبی عزیز
ہیں۔ بخدا بدذات (یزید) ہم پر حکومت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے باپ کی حمایت
میں تجھ میں تلوار میں لگاؤنگا ـــ اور نیزہ سے وار کرونگا۔ یہاں تک کہ نیزہ ٹیڑھا
ہو جائے ـــ ایسے حملے کرونگا جو ایک ہاشمی اور علوی جوان کے شایان شان ہیں"

اور پھر جو حسینؑ کے بہادر بیٹے نے بے محابا دشمن سے جنگ کرنی شروع کی تو بزدلوں کے پتّے پانی ہو گئے۔ لوگوں کو علیؑ مرتضےٰؑ کی جنگ کی یاد تازہ ہو گئی ——— مگر پھر بھی فرق تھا ——— پوتے اور دادا کی جنگ میں ——— دادا کے ساتھ اور ان کی حمایت کے لیے کم و بیش ایک بڑا لشکر ہوتا تھا ——— اور پوتا ہزاروں سے مثل شیرِ نر تنہا لڑ رہا ہے ——— اس علم اور یقین کے ساتھ کہ منزلِ آخر سے ہر لحظہ قریب ہوتا جا رہا ہے اور شہادت کی سعادت اس کے لیے آغوش کھولے کھڑی ہے ——— تین دن کے بھوکے پیاسے مجاہد کے بدن پر لوہے کے اسلحہ جنگ آگ کی طرح تپ رہے ہیں جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے ——— زبان جس میں ساہی کے سے خار ہو گئے ہیں تالو سے چپک گئی اور اس حال میں بھی مجاہد غداروں کے سر تن سے جدا کر رہا ہے پیاس کی شدت اور بڑھی ——— دل میں ایک ہوک اٹھی ——— ایک بار اور مولائے کائنات اور اپنے پیارے بابا کی زیارت کرنے کو جی چاہا ——— اپنی حالت دکھا کر ان سے شجاع بیٹا داد شجاعت بھی شاید چاہتا ہو گا ——— جنگ کرتے کرتے ہٹتے ہیں ——— گھوڑے کا رخ اپنی فوج ——— آہ ——— مگر کتنی مختصر فوج ——— کی سمت موڑتے ہیں اور دم بھر میں حسینؑ کے پاس پہونچ جاتے ہیں ——— صبر کی سل دل پر رکھے بیٹے کی شجاعت دیکھ کر دل میں فخر و تشکر کے جذبات لئے صابر و شاکر امام کھڑے ہیں اپنے کو اس خبر کے لیے تیار کئے ہوئے کہ علی اکبرؑ شہید ہوا ———

ناگہاں سامنے، خون میں نہایا، زخمی بیٹا نظر آجاتا ہے ـــــ دوڑ کر سینے سے
لگا لیتے ہیں ـــــ علی اکبرؑ نے اس وقت باپ سے کہا " بابا پیاس ہلاک کیے
دے رہی ہے ـــــ تھوڑا سا پانی ہوتا تو دشمنوں سے مقابلہ کی اور زیادہ
طاقت پیدا ہو جاتی ـــــ " آہ کیا گزری ہو گی ـــــ باپ کے دل پر یہ
سن کر۔ ہونہار بیٹا۔ جانباز حق پرست بیٹا ـــــ راہ الٰہی کا بے مثال مجاہد
ـــــ ہزاروں کے لشکر کو زیر و زبر کرنے کے بعد پاس آتا ہے اور پانی کے
چند قطروں کا طالب ہے ـــــ کتنی معمولی کتنی چھوٹی خواہش ـــــ مگر کتنی کٹھن
کتنی ناممکن ـــــ تین دن سے پانی تو فوج حسینی میں صرف آنکھوں میں
رہ گیا تھا ـــــ اشک آلود آنکھیں اٹھائیں۔ " جان پدر پانی کہاں ہے۔
لاؤ میرے منہ میں اپنی سوکھی زبان دے دو شاید کچھ سکون تمھیں ملے ـــــ "
بیٹا باپ کے دہن مبارک میں اپنی زبان دے دیتا ہے ـــــ وہ دہن مبارک
جسے رسول اللہ چومتے تھے ـــــ وہ زبان جس کو محمدؐ نے بار بار چوسا تھا
اس قدر خشک اتنی کانٹوں بھری ہے کہ علی اکبرؑ تڑپ کر اپنی زبان نکال لیتے
ہیں۔ " بابا ـــــ آپ کی زبان تو مجھ سے بھی زیادہ خشک ہے ـــــ " حسینؑ
رسول اللہ کی انگوٹھی بیٹے کے منہ میں رکھ دیتے ہیں اور لخت جگر کو شہادت
کے جام سے پیاس بجھانے کے لیئے بھیج دیتے ہیں ـــــ اور علیؑ کا پوتا ایک
آخری حملہ کر کے پھر اپنی بہادری اور لاثانی فن حرب کے جوہر دکھاتا ہے
دشمن کی فوج سے اور بھی شدت کے ساتھ ہر طرف سے تیروں اور نیزوں کا

مینہ برسنے لگتا ہے ـــــ اور آخرکار ایک نیزہ علین جری کے سینے کو توڑتا ہوا دل کے پار ہو جاتا ہے۔ اس مقدس دل کے پار جس میں عشق الٰہی کا نور جلوہ گر تھا ـــــ گھوڑے پر جھکے ـــــ بانہیں گھوڑے کی گردن میں ڈال دیں آواز دی " اے بابا آیئے ـــــ علی اکبرؑ آپ پر نثار ہو گیا ـــــ "

اور حسینؑ نے اس صدمۂ عظیم کو کس طرح جھیلا ـــــ کیا نالہ و فریاد کی۔ کیا بین کیئے ـــــ کیا سینہ کوبی کی ـــــ نہیں ـــــ نہیں ـــــ حاشا نہیں!!! تاریخ گواہ ہے کہ وہ نادر مثال صبر کی حسینؑ نے دکھائی جو انبیاء اور اولیاء بھی اس سے بہتر نہ دکھا سکے تھے ـــــ آسمان کی سمت سر اٹھایا اور درد بھری آواز میں بس اتنا کہا " اے بیٹا تیرے بعد اس زندگی پر خاک ہو ـــــ آہ کتنی جرائتیں بڑھ گئیں ہیں اس جماعت کی جنھوں نے تجھے قتل کیا خدا اور رسولؐ کے مقابلے میں۔ خدا انھیں فنا کرے " ـــــ اور یہ کہہ کر میدان کی سمت دوڑے کہ آخری بار لخت جگر کو دیکھیں ـــــ مگر آہ شہید کی پارہ پارہ جسم مطہر میں بس سانس کی آمد و شد باپ کے دیدار کے انتظار میں باقی تھی۔ نگاہیں حسینؑ کے چہرۂ اقدس پر پڑیں اور وہیں جم کر رہ گئیں ـــــ روح مقدس عالم ارفع کی طرف پرواز کر گئی ـــــ اب حسینؑ کی گود میں ایک بے جان جسم خاکی کے سوا کچھ اور نہ تھا ـــــ

علی اکبرؑ نے اپنی لال سی جان عاشورہ کے دن، ظہر کے وقت، خدا کی راہ میں، انسانیت کی سیوا میں، اسلام کی حمایت میں، حق کے پالن

اور حسینؑ کی نصرت میں قربان کر دی ـــــ مگر اپنا نام امر بنا گئے۔ اُن کا نام ہمیشہ ہمیشہ دلوں میں نقش رہے گا ـــــ ان کی یاد، اہل دل لوگوں کے دلوں میں محبت و عقیدت کے بے پایاں جذبات پیدا کرتی رہیگی اور ان کی بارگاہ میں ہمیشہ آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا جائے گا۔ ان کا مزار مقدس حسینؑ کے پائین پا کربلائے معلیٰ میں مرجعِ خواص و عام ضرور ہے مگر دراصل شہیدوں کا مزار زمین میں نہیں عارفوں کے دلوں میں ہوا کرتا ہے ـــــ

در سینہ ہائے مردم عارف مزار ما

ختم شد

پبلشر

مرزا حمید حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ
(انڈیا)

۱۶	۱۵۹	معصوم شہزادیؑ	۱۳/	۸/
۱۷	۱۶۰	صدیقہ صغریٰؑ	۱۳/	۸/
۱۸	۱۶۱	شیرِ خدا مجاہدؑ	۱۳/	۸/
۱۹	۱۶۲	ازواج امام حسین علیہ السلام	۳۱/	۸/
۲۰	۱۶۳	ہلاکت اور شہادت (ص)	۱۹/	۸/
۲۱	۱۷۰	بین الاقوامی شہید اعظم حسین ابن علیؑ (ص)	۶/	۸/
۲۲	۱۸۷	دین پناہ است حسینؑ (ص)	۶/	۸/
۲۳	۱۷۱	منازل آلام	۳۱/	۸/
۲۴	۱۸۴	مقصد حسینؑ (ص)	۱۳/	۸/
۲۵	۱۸۸	شب شہادت (ص)	۶/	۸/
۲۶	۱۸۹	شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ (ص)	۱۳/	۸/
۲۷	۱۹۰	شہادت زار کربلا (ص)	۶/	۸/
۲۸	۱۹۱	تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا کی اہمیت (ص)	۱۹/	۸/
۲۹	۱۹۲	اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ (ص)	۱۳/	۸/
۳۰	۱۹۳	استقامت علی الحق کا معیاری نمونہ (ص)	۶/	۸/
۳۱	۱۹۴	زندہ جاوید کا ماتم (ص)	۹/	۸/
۳۲	۱۹۵	طاقت کا مقابلہ کردار سے	۱۳/	۸/
۳۳	۱۹۶	مسلم ابن عقیلؑ	۱۳/	۸/
۳۴	۲۰۰	جناب ہانی بن عروہ	۹/	۸/

نوٹ: